سید عطاء اللہ شاہ بخاری

ایک قلمی مکالمہ

زیر نظر مضمون ۱۹۵۴ء میں ہندوستان کے ایک جریدے "پارس" اور پھر "پیام مشرق" میں غالباً یکے بعد دیگرے شائع ہوا مذکورہ رسائل بوجوہ ہمارے ریکارڈ میں محفوظ نہ رہ سکے۔

حسن اتفاق نے مرحوم آغا شورش کاشمیری نے ہفت روزہ "چٹان" کے ۲۲ نومبر ۱۹۵۴ء کے شمارے میں اسے "پیام مشرق" سے نقل کیا۔ مگر مضمون نگار کا نام درج نہیں کیا۔ چٹان کے شکریہ کے ساتھ یہ اہم مضمون ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری خود ایک "قلمی چہرہ" ہیں اور ذہن کی شوخیوں نے کبھی کبھی ان کے متعلق یہ بھی سوچا ہے کہ وہ "بخاری" کے بجائے "اپ ٹوڈیٹ" لاہوری ہوتے، تو کیا ہوتے، یعنی ایک منٹ کے لئے فرض کرلیجئے کہ ان کے داڑھی نہ ہو اور تہبند کے بجائے انہیں کسی زمانہ میں انگریزی لباس کی کوئی چیز پسند آجاتی جو ایک عجیب تصویر بنتی جو یو۔ این۔ او کے بخاری کی تصویر سے زیادہ دلکش ہوتی، بڑی بڑی آنکھیں جو شہتیر بھی دیکھتی ہیں اور تنکے بھی، محرابی پیشانی لمبی لمبی زلفیں بخاری داڑھی، جو منت پذیر شانہ نہ ہو، تو بگاڑ میں بھی بناؤ کا ایک انداز پیدا کرتی ہے۔ کمان سے ابرو، ہونٹ ذرا دبیز جو سو فیصدی مرد ہیں، زبان چھوٹی سی، مگر بیان میں تلوار ہی نہیں بلکہ ایٹم بم، گلا سیسہ میں ڈھلا ہوا جو آواز کا آل انڈیا ریڈیو اور ریڈیو پاکستان ہے، شاہ صاحب کی جوانی واقعی بخارا کے ایک حسین شہزادے کی جوانی ہوگی۔ جو شرع اور شرافت دونوں کا پابند ہو۔ شاہ صاحب یوں تو پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ مگر شاید ان کا نسبی تعلق پٹنہ یعنی بہار سے ہے۔ وہ ایک ایسی شخصیت ہیں، جن کا وجود تنگنائے وطنیت سے بالا ہے، ان کے لئے ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست کا نصب العین ہی اصل حیات ہے، وہ پاکستان میں دینی خطابت کی ایک متحرک تصویر ہیں، لیکن وقت اور زمانے نے انہیں چپ کرادیا ہے ان کے بہت سے خطوط مدھم پڑگئے اور بہت سے رنگ پھیکے ہوگئے ہیں۔ اصلیت خواہ کچھ ہی ہو لیکن بنیادی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ زمانے کے موافق ہوتے ہیں، اور بعض کے موافق زمانہ نہیں ہوتا، شاہ جی اسی آخری گروہ میں سے ہیں۔

احرار وطن کی سیاست میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا ایک کردار ایک ایسے شخص کا کردار رہا، جو اپنے لئے کچھ نہ چاہتا ہو اور دوسروں کے لئے سب کچھ چاہتا ہو، وہ سکندر اعظم کی تلوار ہیں جو شاید ہمیشہ بے نیام رہی، وہ حضرت خالد بن ولید کا دماغ ہیں، جو شاید کبھی نہیں سویا، وہ نپولین کا سرخ گھوڑا ہیں جس کی پیٹھ پر بیس سال تک زین کسی رہی۔ سول نافرمانی ہے تو ہوا کے پروں پر سوار ہیں ابھی امرت سر میں ہیں تو ابھی انبالہ میں، انبالہ میں شام ہوئی تو رات دہلی میں بسر ہوئی، پولیس تعاقب کررہی ہے۔ تار آرہے ہیں اور جارہے ہیں۔ ٹیلیفون کھڑک رہے ہیں۔ لیکن بخاری ہیں کہ عناصر اربعہ کے بجائے ایک نیا عنصر خمسہ بنے ہوئے ہیں۔ وارنٹوں، گرفتاریوں، سنگینوں کا مقابلہ کررہے ہیں۔

اک مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

کبھی ایک رواں رواں کارواں تھے، اب ایک مہر بلب دستاویز ہیں، اور مستقبل کا مورخ ان کی راہ تک رہا ہے۔ زمانہ تھا کہ مجلس احرار میں سب ہی تھے اور ایک سے ایک آفت کے پر کالے جیالے اور متوالے تھے، ان میں چودھری افضل حق بھی تھے، مولانا حبیب الرحمن بھی مولانا مظہر علی اظہر بھی تھے۔ شیخ حسام الدین بھی تھے اور ماسٹر تاج الدین بھی تھے اور اس زمانہ میں آغا شورش کاشمیری کے توسج دھج ہی نرالے تھے لیکن ان میں عطاء اللہ شاہ بخاری کوئی نہ تھا۔ چودھری افضل حق کی جگہ مظہر علی اظہر لے سکتے تھے، مولانا حبیب الرحمن کی جگہ مولانا داؤد غزنوی لے سکتے تھے لیکن بخاری کی جگہ صرف بخاری لے سکتا تھا۔ اور اس کا نعم البدل ملنا تو دور رہا بدل ملنا بھی محالات سے تھا۔ قرآن حکیم کے بارے میں کبھی کفار نے کہا تھا کہ یہ کسی "جادو گر کی جادو گری ہے" (نعوذ باللہ) اور بیسویں صدی میں شاید بخاری کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ "مسلمان، مسلمان نہیں جادو گر ہے" مثنوی مولانا روم پڑھنے پر آئے تو ایک سماں باندھ دیا۔ اور آسمان و زمین کی کائنات گوش بر آواز بخاری ہو گئی۔ قرآن حکیم کی تلاوت شروع کی۔ تو آسمان سے حور و ملک رحمتوں کے پھول برسانے لگے۔ وہ کئی اعتبار سے مولانا محمد علی مرحوم ہیں جوش و خروش اور اخلاص کی جرأت مولانا محمد علی سے ملتی جلتی ہے۔ فرق اتنا ضرور ہے کہ انہوں نے آکسفورڈ کی تعلیم حاصل نہیں کی۔ وہ "علیگ" نہیں ہیں اور اول درجہ کے سیاست دانوں کے مقابلہ پر "رائے کی ٹکر" نہیں لیتے۔ پچھلے تیس پینتیس سال میں ہم نے تین خطیب دیکھے ایک مولانا ابوالکلام آزاد، دوسرے نواب بہادر یار جنگ، تیسرے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولانا آزاد اپنے فن خطابت کے امام ہیں۔ خود ہی اس فن کے استاد ہیں اور خود ہی مقلد بھی، ان کی خطابت میں امامت اور اجتہاد کی آواز بولتی ہے۔ بغاوت اور انقلاب کی فکر بولتی ہے نواب بہادر یار جنگ بہت بڑے خطیب تھے مگر آزاد کی بڑی حد تک عکس صدا تھے۔ ان کا اپنا رنگ بھی تھا۔ لیکن یہ رنگ دوسروں سے ملتا جلتا تھا۔ جس میں نواب صاحب کی شخصیت نے ایک فرق پیدا کر دیا تھا لیکن مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا انداز خطابت بالکل مختلف، بالکل انوکھا، بالکل نیا ہے۔ وہ ایک نئے فن خطابت کے موجد ہیں۔ اور مولانا آزاد کی خطابت کا انہوں نے بہت کم اثر قبول کیا ہے۔ جس خطیب کو ہیر رانجھا اور سوہنی مہینوال کا ماحول ملا ہو۔ اس کے طربیہ و حزنیہ انداز کا کیا کہنا۔ اس کے "کردار" اور "شرنگار رس" (یہ ہندی ادب کی دو اصطلاحیں ہیں اور ان کا ترجمہ کرنا غیر ضروری ہے) کا کیا کہنا۔ شاید یہ کہنا بھی غلط نہ ہو کہ میر اور غالب کی شاعری میں جو فرق ہے وہ بخاری اور آزاد کی خطابت میں بھی ہے۔ بخاری میر ہیں اور آزاد غالب۔

سرہانے میر کے آہستہ بولو ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

شاید کچھ اسی قسم کی بات بخاری کی خطابت میں بھی ملتی ہے۔ آزاد جس مفہوم کو تین منٹ میں ادا کریں گے بخاری اسے تین گھنٹے میں ادا کریں گے۔ اور اس انداز سے ادا کریں گے کہ آپ پوری رات ایک عنوان کی تقریر سننے میں ختم کر دینا چاہیں گے۔ آزاد کی تقریر فکر و نظر کو جذب کا شاہانہ لباس پہناتی ہے اور بخاری کی خطابت جذبات کو فکر و نظر کا شوخ دوپٹہ اڑھاتی ہے۔ آزاد کتابوں کی گفتگو کرتے ہیں، بخاری گھروں کی بات سناتے ہیں۔ بخاری کی

تقریر میں وہ مزا ملتا ہے جو تلسی داس کی رامائن میں ملتا ہے۔ بخاری دریا کی روانی ہیں۔ جس میں سیلاب بھی آتا ہے اور آزاد سمندر کا بے پناہ سیلاب ہیں جو سطح آب کے سکون سے کم ہی آشنا ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی سیاست سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن ان کی خطابت سے نہیں اس لئے کہ جہاں تک تقریریں سننے کا تعلق ہے ہم نے بخاری صاحب کے بدترین مخالفوں کو ان کی تقریر پر سر دھنتے دیکھا ہے اور یہ بخاری صاحب ہی کا ارشاد ہے کہ "تقریریں میری سنتے ہو اور ووٹ میرے خلاف دیتے ہو"

احرار وطن کی یہ تاریخ بھی کیسی ہے کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے بھی لڑتے رہے اور ۱۹۴۷ء کے بعد بھی۔ آسمان بھی تھک جاتا ہے۔

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

▼

شاہ جی خطابت کے شہسوار ہیں

مولانا حسرت موہانی

مجلس احرار اسلام کا وہ قیمتی ہیرا جو خطابت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ان کی دو تقریروں نے میرا کام تمام کردیا۔

مفکر احرار چودھری افضل حق

شاہ جی! ہمارے ملک کی آزادی کے لئے جنگ کے بہادر رہنما تھے۔ وہ میرے ساتھی تھے اور میرے مہربان تھے۔

خان عبدالغفار خان:

وہ مجھے خادمان ملی کی صف میں سب سے پیارا اور باوصف دکھائی دیتا ہے

جناب عزیز ہندی (قائد تحریک ہجرت ۱۹۲۰)

آپ لوگوں پر جادو کرتے ہیں اور ان کے سوچنے کی قوت ماؤف ہو جاتی ہے' آپ کی تقریروں سے انقلاب کا خطرہ ہوتا ہے اگر ہم لوگ برسراقتدار آئے تو سب سے پہلے بخاری صاحب کو گولی مار دینگے۔

ڈاکٹر کے ایم اشرف (سیکرٹری انڈین کمیونسٹ پارٹی)

شاہ جی جنگ آزادی کے بہادر جرنیل تھے' سیاسی اختلاف کے باوجود میں نے ہمیشہ ان کی خدمات کا اعتراف کیا اور اس کی قدر کی!

ممتاز دولتانہ

شاہ صاحب نہایت بزرگ تھے' انہوں نے نیک نیتی سے ملک و قوم کی خدمت کی آپ بلند پایہ لیڈر تھے' ان سا لیڈر صدیوں میں ہی مل سکتا ہے۔

نواب افتخار ممدوٹ مرحوم

اسلام اور پاکستان

پاکستان کے پڑوسی شیعہ ملک ایران میں پہلوی اقتدار کے خاتمہ اور شیعہ انقلاب کے بعد ایرانی پاسداران انقلاب اور پاکستانی آس داران انقلاب نے جس جارحانہ انداز سے دین اور اسلاف دینی پر کیچڑ اچھالا، رسول، ازواج رسول اور اصحاب رسول علیہم السلام پر جس بری طرح سے تہمت و دشنام و الزام کا بازار گرم کیا اس سے اہل اسلام کا مضطرب ہونا فطری امر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سازشوں، رغبتوں اور شیعہ انقلابی قوتوں کے بل بوتے پر پاکستانی اقتدار پر شیعوں کے قبضہ و تسلط کے تناظر میں اہل اسلام کی بے بسی و بزدلی جتنی اذیت ناک ہے اس پر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی ۱۹۴۹ء کی مجلسی گفتگو کا ایک اقتباس ہدیہ قارئین ہے۔

"یہ بات اب سوچ رہے ہو؟ جب پاکستان بنا تھا یہ تو ہم اسی وقت بھانپ گئے تھے کہ اب حکومت دو گروہوں کے قبضہ و تسلط میں ہو گی۔ "شیعہ اور مرزائی" شیعہ زیادہ ہیں اور مرزائی کم۔ مگر خطرہ انہیں سے زیادہ ہے۔ باقی یہ خیال دل سے نکال دو کہ شیعہ کسی بھی گوشہ میں تم سے رعایت برتیں گے یا تمہاری مدد کریں گے وہ صرف اپنے ہیں اور کسی کے نہیں ہیں صوبوں سے لے کر مرکز تک وہی قابض ہیں۔

کرامت علی، غضنفر علی، محمد علی یہ لوگ اگرچہ سیاسی لیڈر ہیں اور بظاہر وسیع المشرب مگر شیعہ ازم میں وہ بہت متشدد و مضبوط ہیں جہاں تک ان کا بس چلے گا ہمارے اسلام اور قرآن کو ناقابل عمل بنا کر دم لیں گے۔ غضنفر علی نے گزشتہ برس راول پنڈی میں کہا "وہ زمانہ لد گیا جب بخاری قرآن سنا سنا کر لوگوں کو الو بنایا کرتا تھا۔ اب پاکستان بن گیا یہاں ان باتوں کی گنجائش نہیں" پاکستان میں حکمرانوں کے ہاتھوں دین کا جو انجام ہو گا وہ تمہارے سامنے ہے۔ میں نے تو کہا تھا ہندوستان میں مسلمان نہیں رہنے دیا جائے گا اور پاکستان میں اسلام نہیں رہنے دیا جائے گا۔ پاکستان میں دین کا بس اللہ ہی حافظ ہے۔ یہاں فرنگی کے جانشین فرنگی سے زیادہ دین دشمن ہیں۔ شاید کچھ مدت بعد اس ملک میں دین اسلام کا لفظ بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکے۔ آثار اچھے نہیں ہیں"۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

(ملتان۔ مارچ ۱۹۴۹ء)